تحقیق و تنقید

تفسیرِ نویں - ایک مطالعہ

پروفیسر کبیر احمد جائسی

خراسان کے ایک کوردہ اور دور افتادہ مقام مازینان میں ایک متقی اور فقہ جعفری پر عامل ایسا خاندان آباد تھا، جس کے افراد ایک مدت سے گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت دکھا رہے تھے۔ اسی خانوادے میں مشہور مذہبی عالم محمد تقی شریعتی کے والد آخوند حکیم بھی تھے، جو مازینان سے متصل ایک دوسرے کوردہ علاقے بہمن آباد میں رہنے لگے تھے۔ ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنے دادا آخوند حکیم کے بارے میں اپنی کتاب 'کویر' میں جو اطلاعات فراہم کی ہیں اس کا لب لباب یہ ہے کہ آخوند حکیم نے ناصرالدین شاہ قاچار (۱۸۳۰-۱۸۹۱ء) کا زمانہ پایا تھا۔ انھوں نے فقہ اور فلسفہ میں اتنا اختصاص پیدا کرلیا تھا کہ ایک کوردہ علاقے میں بود و باش رکھنے کے باوجود ان کی علمیت اور شہرت کا ڈنکا بجنے لگا تھا۔ شدہ شدہ اس کی اطلاع ناصرالدین شاہ قاچار کو بھی ہوئی۔ اس نے آخوند حکیم کو ان کی جائے قیام سے بلاکر مدرسۂ سپہ سالار تہران میں فلسفہ کی تعلیم دینے پر مقرر کیا، لیکن تہران میں اُن کا دل نہ لگا اور وہ سال دو سال کے اندر ہی اندر بہمن آباد واپس آگئے اور وہیں تادم حیات فقہ و فلسفہ کی تعلیم کی شمع جلائے رہے۔

تعارف مصنف

محمد تقی شریعتی کی ابتدائی تعلیم و تربیت آخوند حکیم کی زیرنگرانی ہوئی۔ بعد ازآں ان کو تہران بھیج دیا گیا، جہاں انھوں نے اعلیٰ مذہبی تعلیم حاصل کی، لیکن اپنی خاندانی روایات کو توڑتے ہوئے انھوں نے اپنی زادہ گاہ کی طرف مراجعت نہ کی اور شہر ہی میں آباد ہوگئے۔ بہ قول علی شریعتی محمد تقی شریعتی نے ایک مذہبی نیم سیاسی تحریک کا 'جنبشِ

نوینِ اسلامی‘ کے نام سے آغاز کیا تھا۔ افسوس ہے کہ ہم کو اس کا علم نہ ہوسکا کہ یہ تحریک کب تک جاری رہی؟ اور ایران کے معاشرے پر اِس کے کیا اثرات پڑے؟ آقای محمد تقی شریعتی کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ اُن کو اپنے ہونہار، فعّال جوان بیٹے علی شریعتی کی موت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ آفرین ہے اُن کی ہمت کو کہ انھوں نے زندگی کے اِس نازک موڑ پر بھی اپنے مشن سے رُوگردانی نہ کی اور اپنے تبلیغی کاموں کو تادم واپسیں جاری رکھا۔ علی شریعتی کے انتقال یا قتل (۱۹۷۷ء) سے پہلے آقای محمد تقی شریعتی کو قید و بند کی بھی زندگی گزارنی پڑی۔ وجہ یہ تھی کہ علی شریعتی اپنے انتقال سے تقریباً چھ سات برس پہلے تہران کے مدرسۂ حسینیہ میں رضا شاہی حکومت کے خلاف تقریر کیا کرتے تھے۔ موضوع اسلام کا کوئی نہ کوئی پہلو ہوتا تھا، مگر اثنائے تقریر وہ حکومت کی پالیسیوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیا کرتے تھے۔ ان کی تقریروں سے حکومت کے کارندوں کو بغاوت کی بُو آتی تھی۔ جب علی شریعتی کی لَے تیز سے تیز تر ہونے لگی تو رضا شاہ کی خفیہ پولس (ساواک) نے مدرسۂ حسینیہ کو بند کرنے کا فیصلہ کیا، تاکہ وہاں علی شریعتی کا کوئی جلسہ نہ ہوسکے۔ مدرسہ کو بند کرنے کے بعد ساواک نے علی شریعتی کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی اطلاع کسی طرح علی شریعتی کو مل گئی اور وہ رُو پوش ہوگئے۔ ان کی رُو پوشی کی کھسیاہٹ میں ساواک نے آقای تقی شریعتی کو گرفتار کرکے جیل میں بند کردیا۔

علی شریعتی اپنے والد کی گرفتاری کو بہت دنوں تک برداشت نہ کرسکے اور دو ماہ کے بعد منظر عام پر آگئے۔ آتے ہی ان کو گرفتار کرلیا گیا اور کچھ دنوں کے بعد ان کے والد کو رہا کردیا گیا۔ اِس طرح انھوں نے سنتِ یوسفی بھی ادا کی۔ افسوس کہ جگہ جگہ کی خاک چھاننے کے بعد بھی مَیں اِس سے زیادہ آقای محمد تقی شریعتی کے حالات جمع نہ کرسکا۔ مزید افسوس یہ کہ اس بات کی بھی تحقیق نہ کی جاسکی کہ جس وقت ایران کا اسلامی انقلاب برپا ہوا وہ باحیات تھے، یا نہیں؟

تفسیر نوین

تقی شریعتی نے اور کتابیں لکھنے کے علاوہ 'تفسیر نوین' کے نام سے صرف تیسویں پارے کی فارسی زبان میں ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ انھوں نے اپنے مقدمے میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے کہ صرف آخری پارے کی تفسیر کیوں لکھی؟ اِس لیے ہم بھی اس سوال کو تشنہ چھوڑتے ہیں اور اُن کے تحریر کردہ مقدمے کا قدرے تفصیل سے جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ قرآن کے بارے میں ان کے خیالات تک رسائی حاصل کی جا سکے۔

حفاظتِ قرآن

آقای محمد تقی شریعتی اِس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کو جس ترتیب سے لکھنے کا حکم دیا تھا، اسی ترتیب کے ساتھ وہ چودہ سو برس گزرنے کے باوجود محفوظ ہے۔ موجودہ قرآن ہر طرح کے تغیّر، تحریف اور تصرّف سے بچا ہوا ہے۔ اِس میں نہ تو کوئی لفظ بڑھایا گیا ہے نہ حذف کیا گیا ہے اور اِس خیال پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے، حالاں کہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں جو خط رائج تھا وہ کوفی تھا، جس پر نہ اعراب لگایا جاتا تھا اور نہ ہی نقطے۔ اب تک کروڑوں کی تعداد میں کلام پاک کے نسخے شایع ہو چکے ہیں، مگر کسی ایک نسخے یا ایک طباعت میں ایک نقطے یا اعراب کا فرق نہیں ملتا۔ انھوں نے اس بات پر اظہار تعجب کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مہم تر از ہمہ این کہ بعد از عثمان (رضؓ) زمام خلافت اسلامی بدست دشمنان اسلام و مخالفان قرآن افتادہ است کہ در رأس آن ہا معاویہ پلید است کہ با تمام قوا در ریشہ کن کردن اسلام می کوشید و سخت ناراحت بود کہ چرا نام ابوبکر و عمر و عثمان بعد از مرگ شان فراموش شدہ و نام آن مرد ہاشمی (مقصودش پیغمبر است) ہر صبح و ظہر و شام بہ عظمت در ہمہ جا بردہ می شود[1]۔ پسرش یزید باصراحت می گوید ''قبیلۂ ہاشم با پادشاہی بازی کردند

نہ خبری از آسمان آمدہ و نہ وحی نازل شدہ است' وباز می گوید ''من با خاندانِ احمد باید انتقام بکشم۔ انتقام کار ہای کہ کردہ اند کہ خون ہائ کہ در بدر و غیر بدر ریختہ اند''۔ ۲(ص ۱۵)

(سب سے اہم بات یہ ہے کہ عثمانؓ کے بعد خلافت کی باگ ڈور اسلام کے دشمنوں اور قرآن کے مخالفوں کے ہاتھوں میں آئی، جن کا سرگروہ معاویہ پلید ہے جو اپنی تمام طاقت وقوت سے اسلام کی بیخ کنی کی کوشش کرتے تھے اور اس بات پر بہت زیادہ ناراض تھے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے نام اُن کی موت کے بعد کیوں بھلادیے گئے اور اُس ہاشمی شخص (اُن کا مطلب پیغمبر سے تھا) کا نام ہر صبح دوپہر اور شام کو ہر جگہ عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ اُن کے لڑکے یزید صراحت کے ساتھ کہتے تھے: ''قبیلۂ بنی ہاشم نے بادشاہت سے کھیل کھیلا نہ آسمان سے کوئی خبر آئی اور نہ وحی نازل ہوئی۔ مجھ کو احمد (ﷺ) کے خاندان سے بدلہ لینا چاہیے۔ اُن کاموں کا بدلہ لینا چاہیے جو انھوں نے کیا ہے اور اُس خون کا جو انھوں نے (جنگ) بدر میں اور دوسری جنگوں میں بہایا ہے)۔

یہ سب لکھنے کے بعد بھی تقی شریعتی کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تو انھوں نے خلفائے بنی امیہ کی قدح میں اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ خلفائے بنی امیہ کے علاوہ ان کے عمّال کی بھی 'بداعمالی' (توہینِ قرآن) کا 'تجارب السلف' کے حوالے سے 'پردہ فاش' کیا ہے اور اپنے تمام فرمودات سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امویوں کی تمام کوششوں کے باوجود قرآن پر کوئی اثر نہیں پڑا اور وہ محفوظ و مامون رہا۔ ۳

آقای محمد تقی شریعتی اس بات کے قائل ہیں کہ کلام اللہ، رسول اللہ ﷺ کے عہد حیات ہی میں جمع اور مدوّن ہوا اور آج تک بلا کسی کمی بیشی کے موجود ہے۔ انھوں نے اس بحث کو خاصا پھیلا کر لکھا ہے، جس کو ہم نے ان کے قائم کردہ عنوان کے مطابق تحریر کردیا ہے۔ اِسی کے ساتھ انھوں نے اس بات سے بھی بحث کی ہے کہ آج جو قرآن

ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کی ترتیب نزولی نہیں ہے، بلکہ اسے جس طرح آں حضرت نے مرتّب کروایا تھا عین اُسی کے مطابق ہے۔ اِس نکتہ کو انھوں نے ایک طویل بحث کے ذریعے پیش کیا ہے جس کا اختصار ہم نے اپنے الفاظ میں تحریر کر دیا ہے۔ اِس کے بعد فرماتے ہیں:

''حال باید دید در این صورت چرا عثمان قرآن را اِستنساخ کرد وچہ نیازی بہ این کار بود'

(اب دیکھنا یہ چاہیے کہ اس صورت میں عثمانؓ نے قرآن کو کیوں لکھوایا اور اِس کی کیا ضرورت تھی؟)

اختلافِ قراءات اور حضرت عثمانؓ کا کارنامہ

بعد از آں 'موضوع اختلاف قراء ات' کے عنوان سے ایک چھوٹی سی بحث ہمارے سامنے آتی ہے، جو صفحہ بائیس اور تیئیس پر ایک صفحہ میں سمیٹ لی گئی ہے۔ مفسر نے اپنی گفتگو کا خاتمہ جن الفاظ میں کیا ہے اس کو یہاں نقل کر دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''فعلاً ما کاری باختلاف شیعہ وسنّی ومجال بحث در موضوع در اختلاف در قراءت وعلل واسبابش را نہ داریم فقط می خواہیم توجہ بدہیم کہ اختلاف قراآت در حیات پیغمبر میان صحابہ بودہ است وہیچ گاہی کسی را برای این اختلاف تخطئہ یا تفسیق وتکفیر نہ کردند'

(اس وقت ہم شیعہ سنّی اختلاف قراءت اور اُس کے علل واسباب سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور اس موضوع پر مجالِ بحث بھی نہیں رکھتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اِس پر توجہ دیں کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد حیات میں صحابہ کے درمیان قراآت کا اختلاف تھا اور اِس اختلاف کے لیے کسی کو خاطی یا فاسق یا کافر قرار نہیں دیا گیا)

تقی شریعتی اِس بات کے قائل ہیں کہ اختلاف قراآت کسی بنا پر کسی کو کافر یا فاسق قرار نہیں دیا گیا۔ اِس کے باوجود انھوں نے 'اختلافِ قراءت' منشأ اختلاف ونزاع میشوذ' کے عنوان سے مزید بحث کی ضرورت محسوس کی۔ اُن کی تحریر کو ہر جگہ من وعن نقل کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے یہاں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

وہ اِس بات کے قائل ہیں کہ جب مختلف جنگوں میں قرّاء کی کثیر تعداد شہید ہونے لگی تو ان کے دور کی قرأت کے جو اختلافات تھے وہ اُن کے شاگردوں کے ذریعے عام ہونے لگے۔ نوبت یہ آگئی کہ لوگ ایک دوسرے کی قراءت اور املا پر مجادلہ کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کو فاسق اور کافر بھی قرار دینے لگے۔ وہ اقوام جو مرکز خلافت سے دور تھیں ان کے یہاں یہ اختلافات دوسری جگہوں سے زیادہ رؤنما ہونے لگے۔ 'دل سوز اور باایمان' مسلمان اِس صورت حال سے جب بہت مضطرب ہونے لگے تو انھوں نے اس اختلاف قراءت پر، جو کہ فتنہ وفساد کا سبب بنتا جارہا تھا، خلیفہ کو متوجہ کیا اور اُن سے اصرار کیا کہ قرآن کو ایک قراءت پر مدوّن کرکے تمام اختلافات کا خاتمہ کردیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان حضرات کے اصرار کو قبول کرتے ہوئے حضرت زید بن ثابتؓ سے قرآن کو ایک قراءت پر مدوّن کروایا۔ تقی شریعتی نے لکھا ہے کہ ''این است تمام کاری کہ عثمان انجام دادہ است وقطع نظر از سوزاندن مصاحف کار بسیار خوبی ہم بودہ است'' (یہ ہے وہ تمام کام جو عثمان نے انجام دیے ہیں۔ قرآن پاک کے نسخوں کو نذر آتش کرنے سے قطع نظر یہ کام بہت اچھا تھا) یہاں یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ تقی شریعتی قرآن کو ایک قراءت پر مدوّن کروانے کے حضرت عثمانؓ کے عمل سے کوئی اختلاف نہیں کرتے، بلکہ وہ اس کو 'کار بسیار خوبی' (بہت اچھا کام) قرار دیتے ہیں، مگر جس طرح حضرت عثمانؓ نے دیگر مصاحف کو تلف کروایا اس سے انہیں اختلاف ہے۔ میرے نزدیک اب یہ بحث بے کار ہے کہ دیگر مصاحف کو دفن کروادینا مناسب تھا یا جلوانا۔ جلوانے میں خلیفۂ وقت نے کیا مصلحت دیکھی، اس کا جواب صدیاں گزرجانے کے بعد شاید ہی کوئی دے سکے۔ بہرحال حضرت عثمانؓ کی اس جرأت سے مسلمانوں میں

اختلاف قراءت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور ساری امت مسلمہ ایک قرأت پر مجتمع ہو گئی۔

اس 'کارخوبی' کے باوجود اُن کو اِس کے بعض پہلو سے اختلاف بھی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے عمل کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔ اِس کو وہ 'جانب داری از خلفا' کا نام دیتے ہیں۔ اُن کو اِس بات کی شکایت ہے کہ 'طرف دارانِ خلفا و دوستان مفتون خلفا' پہلے تو اِس بات کے مدّعی ہوئے کہ پیغمبرﷺ کے عہد حیات میں قرآن مرتّب نہیں ہوا تھا۔ اس سلسلے میں سنّی (طرف دارانِ خلفا و دوستانِ مفتون خلفا) جو کچھ کہتے ہیں وہ سب بچکانہ باتیں ہیں۔ جن اصحاب کو اِس موضوع سے دلچسپی ہو وہ مزید مطالعے کے لیے 'تفسیر نویں' کے صفحہ ۲۴ کا مطالعہ کر لیں۔ اِسی سلسلۂ سخن میں انھوں نے سنّیوں کی 'تناقض گوئی' کی بزعم خودنشان دہی کی ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ اِس کا ردّعمل بھیانک انداز میں سامنے آیا کہ بعض 'مخالفین خلفا' (شیعہ) نے ان کو خیانت سے متہم کیا اور کہا:

> ''این ہا قرآن را تحریف کردہ آیاتی را کہ درنکوہش خود شان یا ستائشِ خاندان پیغمبر بودہ است از آن برداشتہ افرادی مغرض ہم موقع را مغتنم شمردہ روایاتی در تحریف قرآن جعل کردند''
>
> (ان لوگوں نے قرآن میں تحریف کی اور وہ آیتیں جو اِن کی (سنیوں؟) ملامت یا پیغمبر کے خاندان کی فضیلت میں تھیں، قرآن سے نکال دیں، غرض مند افراد نے بھی اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے تحریفِ قرآن کی جعلی رواتیں گھڑیں)

قرآن غیر محرّف ہے

سنیوں سے ہر طرح کا اختلاف کرنے کے باوجود یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ محمد تقی شریعتی 'افرادی مغرض' (غرض مند افراد) کو جعلی روایتوں کا بانی مبانی قرار دیتے ہیں، تمام

سنیوں کو نہیں۔ بہتر ہوتا کہ وہ ان غرض مند افراد کی نشان دہی بھی کر دیتے۔ انھوں نے مقدمہ میں ایک بحث اس موضوع پر بھی کی ہے کہ عہد بعثت میں کون سا خط مکہ میں معمولاً مستعمل تھا اور کون سا مدینہ میں؟ اس فنّی یا علمی بحث سے قطع نظر ایک دل چسپ بحث کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں، جس کا عنوان ہے 'عدم تحریف بوسیلۂ شیخین' ہے۔ اس عنوان کے مندرجات کو بہت احتیاط سے ٹھہر ٹھہر کر غور سے پڑھنے کی ضرورت ہے، تاکہ مصنف کے فرمودات کی زیریں لہروں تک رسائی حاصل کی جاسکے۔

ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ 'استنساخ قرآن' کی بات ہوتی، امورِ خلافت طے ہو چکے تھے، حالاں کہ پیغمبر (ﷺ) کے جسم اطہر کی تدفین بھی نہ ہوئی تھی۔ ابوبکرؓ نے پیغمبر (ﷺ) کا لباس اپنے جسم پر پہنا، ان کے منبر پر بیٹھے اور تمام امور کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی تو اُن کو تحریفِ قرآن کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ مزید برآں قرآن لوگوں کے ہاتھوں اور سینوں میں محفوظ تھا۔ کسی مسلمان نے کیوں کوئی بات (تحریف قرآن کے سلسلے میں) نہیں کہی اور نہ ہی کوئی ایسی آیت پڑھی، حتّٰی کہ سقیفہ میں کسی ایسی آیت سے استناد نہیں کیا گیا جو خلافت سے متعلق ہوتی اور جس میں شیخین کی مذمّت کی گئی ہوتی۔ یہ دلیل ہے شیخین کے 'عدم تحریف قرآن' کی۔ چوں کہ حضرت عثمان نے قرآن کو ایک املا اور ایک قرأت پر لکھوایا اور وہ قراءت منتخب کی جو پیغمبر (ﷺ) کے زمانے سے چلی آرہی تھی، اس طرح حضرت عثمانؓ بھی تحریف قرآن کے الزام سے بری ہیں۔ ان تمام دلائل سے بڑھ کر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ 'عمل علیؓ حجّتِ قاطع است' چوں کہ حضرت علیؓ کا عمل حجّت قاطع ہے اور وہ عدم تحریفِ قرآن کے ماننے والے ہیں، اس لیے شیعوں کے نزدیک تحریف قرآن کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اس عنوان کے تحت جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس کے بڑے حصّے سے سنّی علما کو بھی اختلاف نہ ہوگا۔ یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تحریر کی ابتدائی آٹھ دس سطریں نقل کردوں، تاکہ ان کے خیالات کا ایک واضح نقشہ ہمارے سامنے آجائے اور صدیوں کی پھیلی ہوئی غلط فہمی کا کسی قدر ازالہ ہوسکے:

''امیر المومنین علی علیہ السلام بلا فاصلہ پس از عثمان بخلافت رسید و باشہامت ادبی مخصوص بخود حتّٰی روی منبر از خلفا انتقاد کرد ولی در بارۂ قرآن وتحریف قرآن وتصرف درآن نہ باصراحت و نہ باکنایہ در ہیچ مورد و ہیچ گاہ سخنی گفت ہم چنانکہ درزمانِ حیات شان بھیچ کس یک کلمہ نہ فرمود و با این کہ بسیاری اوقات طرفِ مشورت آنان قرار میگرفت و راہنمائی شان میفرمود واشتبہاتِ شان رااصلاح وقضاوت ہای شان رارد می نمود وحکم الہی وصحیح را بیان می کرد درین موضوع چیزی ابراز نہ کرد، بعلاوہ درنہج البلاغۂ شریف مکرراز قرآن یاد کردہ وخطبہ ہا درفضیلت این کتاب الہی ایراد ومردم راباستفادہ ازہمین قرآن موجودتحریض وتشویق فرمودہ است وابداً نہ گفتہ است کہ قرآن رامن بہ کمال وتمام دارم وخلفا آیاتی درموقع استنساخ ازآن حذف وکسر کردہ اند ہمانطوری کہ دیگران قرن ہا بعدازعلی چنین مطلبی راعنوان کردہ اند، مولیٰ درنہج البلاغہ مکرر در موضوع خلافت وحکومت سخن گفتہ وشرایط زما مداریٔ اسلامی وحقوق رعیت بر والی د والی برعیت را شرح دادہ اند و پیداست کہ او و خاندان جلیلش خود شان را سزاوارتر بامارت وخلافت می دانستہ و دیگران را غاصب می شمردہ اند و بہ لیاقت و احادیث و وصایای پیغمبر استناد و استدلال می کردہ اند ولی حتّٰی برای نمونہ یک مورد رانمی توان یافت کہ بآیہ ای ازقرآن کہ تصحیح بہ این مطلب کردہ باشد استشہاد فرمودہ باشد''۵؎

[(حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام بلافصل خلیفہ ہوئے۔ وہ اپنی مخصوص بے باکی سے خلفاء پر تنقید کرتے، لیکن قرآن اور تحریف قرآن اور اپنے مقصد کے مطابق قرآن میں ردّ و بدل کرنے کے سلسلے میں نہ صراحتاً نہ کنایتاً کبھی بھی اور کسی بھی موقع پر انھوں نے کوئی بات نہیں کی۔ اِسی طرح اُن (لوگوں) کے عہد حیات میں کسی

سے (اِس موضوع پر) کوئی بات کی، باوجودیکہ وہ بہت سے مواقع پر اُن کو مشورے دیتے، ان کی راہ نمائی کرتے، ان کے شکوک کی اصلاح کرتے، اُن کے فیصلوں کو رد کرتے اور اللہ کے صحیح احکام بیان کرتے تھے۔ انھوں نے اِس موضوع (تحریفِ قرآن) پرکسی بھی خیال کا اظہار نہیں کیا۔ اِس کے علاوہ نہج البلاغہ میں بار بار قرآن کا ذکر کیا اور اِس کی فضیلت پر خطبے دیے اور لوگوں کو اِسی موجودہ قرآن سے استفادہ کرنے کا اشتیاق و رغبت دلایا۔ انھوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرے پاس مکمل قرآن ہے اور خلفاء نے قرآن لکھے جاتے وقت اس میں سے کوئی آیت کم کی ہو جس طرح صدیوں بعد دوسرے (؟) لوگوں نے اِس طرح (یعنی تحریف قرآن) کی باتیں اُن سے منسوب کی ہیں[۶]۔ اِسی طرح انھوں نے نہج البلاغہ میں بار بار خلافت اور حکومت کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے اور اسلامی حکم رانی کی شرطیں، رعیّت پر والی کے حقوق اور والی پر رعیّت کے حقوق کی تشریح کی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے واجب الاحترام خانوادے کو دوسروں کے مقابلے میں امارت و خلافت کا (زیادہ) حق دار سمجھتے تھے اور دوسروں (خلفاء) کو غاصب گردانتے تھے اور اِس بات پر اپنی لیاقت (؟) سے، حدیثوں اور پیغمبر (ﷺ) کی وصیتوں سے سند پیش کرتے تھے، لیکن نمونے کے طور پر بھی ایک موقع ایسا نہیں پایا جاسکتا کہ کسی ایک قرآنی آیت سے انھوں نے اِس موضوع (یعنی تحریف قرآن) پر کوئی شہادت پیش فرمائی ہو]۔

تحریفِ قرآن کی تمام روایات نا قابلِ اعتبار ہیں

محمد تقی شریعتی نے آقائی خوئی کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ تحریف قرآن کے سلسلے میں تمام (شیعہ) روایتیں سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، کیوں کہ ان کا ایک حصہ احمد بن محمد یساری کی کتاب سے نقل ہوا ہے، جس کے بارے میں علمائے رجال کا اتفاق

ہے کہ وہ فاسد المذہب اور تناسخ کا قائل تھا، یا پھر علی بن احمد کوفی کی روایات سے لیا گیا ہے، جو تمام علماء کی تصریح کے مطابق فاسد المذہب اور جھوٹا تھا۔ ے اِن تمام باتوں کا ذکر کرنے کے بعد تقی شریعتی نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کے عدمِ تحریف پر علمائے شیعہ کا اجماع ہے۔ میرے محدود علم کے مطابق چند مستثنیات کو چھوڑ کر اُن کا یہ دعویٰ درست ہے اور جن لوگوں نے تحریفِ قرآن کا نظریہ پیش کیا ہے ان کے نظریے کو قبولِ عام کی سند نہیں حاصل ہوسکی ہے۔ اِس مقام پر بھی تقی شریعتی نے سنّیوں، بالخصوص حضرت عمرؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی مذمّت کرنے کا راستہ ڈھونڈھ ہی لیا ہے۔ اِن دونوں برگزیدہ ہستیوں پر انھوں نے نہ صرف تحریفِ قرآن کا قائل ہونے کا الزام لگایا ہے، بلکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد اور سیوطی کی الاتقان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حضرات قرآن کی بعض آیتوں کے محذوف ہونے کے قائل تھے۔ اِس لیے علمائے شیعہ کے مقابلے میں علمائے تسنّن عقیدۂ تحریف رکھنے کے زیادہ ملزم ہیں۔ اپنے تمام فرمودات کا ماخذ انھوں نے 'البیان' (مقدمہ، ص۱۲۹) کو قرار دیا ہے، مگر یہ تحریر نہیں کیا کہ اِس کا سنۂ طباعت و جائے طباعت کیا ہے؟ سنّی علماء میں انھوں نے شیخ ابوزہرہ کی منصف مزاجی کی تعریف کی ہے، مگر ان کا خیال ہے کہ شیعی عقاید سے ناواقفیت اور روایت اور رائے کے فرق سے ناآگہی کی وجہ سے ابوزہرہ کلینی پر ناروا اعتراض کر گئے ہیں۔ کلینی کے دفاع میں انھوں نے علمائے قدیم سے لے کر آج تک کے علماء کے ان خیالات کی طرف مجمل اشارے کر دیے ہیں جن کی بنا پر ابوزہرہ نے کلینی پر اعتراض (؟) کیا ہے۔ ان مباحث کو آقای محمد تقی شریعتی نے پھیلا کر تحریر کیا ہے۔ جن حضرات کو اِس موضوع سے دل چسپی ہو وہ اصل کتاب سے رجوع فرمالیں۔

معجزۂ قرآن

دوسرے علما کی طرح تقی شریعتی نے بھی خود قرآن کو 'معجزہ جاویدان' گردانا ہے۔ ان کے اِس اعتراف میں کوئی ندرت نہیں ہے، کیوں کہ علمائے اسلام، خواہ شیعہ

ہوں یا سنّی، اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن بجائے خود معجزہ ہے۔اس ضمن میں تقی شریعتی نے لکھا ہے کہ ہر پیغمبر کو اپنے زمانے کے کوائف کی مناسبت سے معجزہ سے نوازا گیا تھا۔ انھوں نے ابن سکیت کی ایک روایت کا، جسے کلینی نے اپنی کتاب کافی میں نقل کیا ہے، حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا فرمائے گئے وہ جادوگری کے کاموں کے مشابہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں امراض کی فراوانی تھی، اس لیے ان کو طبیبوں کے کاموں کے مشابہ معجزات سے نوازا گیا۔ آں حضرت ﷺ کے معاشرے میں چوں کہ شعر و خطابت کی گرم بازاری تھی، اس لیے آپؐ کو قرآن بہ طور معجزہ عطا کیا گیا (ص ۳۴)۔

محمد تقی شریعتی نے اعجاز قرآن کے موضوع پر شرح وبسط کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ اگر ہم ان کے فرمودات کی تلخیص پر ہی اکتفا کریں تو کئی صفحات درکار ہوں گے۔ اس لیے بات کو طول دینے کے بجائے صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ ان کے نزدیک تفاسیر کا شمار بھی ایک نوع کے معجزے کے ضمن میں کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ کلام پاک کی جتنی شرحیں (یا تفسیریں) آج تک معرض وجود میں آچکی ہیں اتنی شرحیں دنیا کی کسی کتاب کی نہیں لکھی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ یہ شرحیں ہر رنگ کی ہیں، یعنی بہت سی تفسیریں حدیثوں کی روشنی میں لکھی گئی ہیں، کچھ لوگوں نے متصوفانہ اور کچھ لوگوں نے تاریخ کی روشنی میں لکھی ہیں۔ حتّٰی کہ ہمارے دور میں جدید اکتشافات و ایجادات کی روشنی میں بھی کلام اللہ کی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ خود تقی شریعتی نے اپنے مقدمہ میں قرآن کی سائنسی تفسیر کی بعض مثالیں پیش کی ہیں۔ مثلاً انھوں نے لکھا ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتوں میں زمین اور آسمان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قرآن میں یہ بیان ملتا ہے کہ اول اول تمام کرّے دھوئیں کی شکل کے تودے تھے، اس کے بعد سب کُرّے، جو ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے الگ الگ ہوگئے اور ہر کُرّے کی گردش الگ الگ مدار پر متعین کردی گئی اور ان کا اتنا فاصلہ مقرر کیا گیا کہ ایک دوسرے کو اپنے میں جذب نہ کریں۔ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے انھوں نے جو نکتہ

آفرینیاں، کی ہیں ان کا احاطہ کرنا اس موقع پر دشوار ہے اور ان کا تحلیل و تجزیہ کرنا اور ان پر تنقیدی نظر ڈالنا بھی ممکن نہیں ہے۔ مثلاً ان کے نزدیک 'ہوا شناسی' (ہوا کا دباؤ معلوم کرنے کا علم) جو جدید ترین علم ہے، اس کا تعجب خیز انداز میں کلام اللہ میں ذکر موجود ہے۔ اس سلسلے میں وہ ان آلات کا بھی ذکر کرتے ہیں جن سے گرمی اور دباؤ ناپا جاتا ہے (ان کے الفاظ میں 'گرما سنج' اور فشار سنج) ان آلات کی ایجاد سترہویں صدی عیسوی میں فرمودۂ کلام کی روشنی میں ہوئی ہے، مزید برآں انیسویں صدی کی 'اختراعِ تلگراف باسیم و بی سیم' (سلکی و لاسلکی ٹیلی گراف کی ایجاد) انیسویں صدی اور بیسویں صدی کی ایجاد، 'بالون و ہما پیما' (بیلون اور طیارہ) کو بھی وہ قرآنی آیات کی روشنی میں واقع ہونے والی ایجادات قرار دیتے ہیں۔

یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ جدید سائنسی اکتشافات کی روشنی میں کلام اللہ کی تفسیریں لکھنا اور ہر سائنسی نظریے کو کلام اللہ سے ثابت کرنا بہت خطرناک عمل ہے۔ کلام اللہ دائمی حقایق کا حامل ہے، جن میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا اور سائنس ایک نظریاتی علم ہے، جس میں تحقیق کے بعد ردّو بدل ہوتا رہتا ہے۔ اگر سائنس کا ایک نظریہ غلط ثابت ہو جاتا ہے تو اس نظریے کی صداقت ثابت کرنے کے لیے جو قرآنی آیت پیش کی گئی ہوتی ہے اس پر بھی زد پڑتی ہے۔ ہم مسلمانوں کا یقین کامل ہے کہ سائنسی نظریات غلط ثابت ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں، مگر کلام اللہ کا ایک لفظ بھی حقیقت سے بعید نہیں ہے، اس لیے اس روش کی سختی سے مخالفت کرنے کی ضرورت ہے کہ جہاں کوئی نیا سائنسی نظریہ سامنے آئے اس کی روشنی میں فوراً کلام اللہ کی تفسیر کی جانے لگے۔ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے، اس بات کو ہمارے علما بھی کہتے آئے ہیں اور بار بار بتلاتے آئے ہیں کہ یہ اللہ کے احکام کی حامل کتاب ہے جس میں حکمت و پند و موعظمت اور وعید بھی شامل ہے۔

کتاب کے پینسٹھ (۶۵) صفحات کے مقدمہ کا ہم نے سرسری سا ایک تعارف کرا دیا ہے۔ چوں کہ میرا مسلک (عربی میں مذہب) آقای محمد تقی شریعتی کے مسلک

سے الگ ہے، اس لیے میں نے ان سے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے کہ باہمی مجادلہ ومناظرہ کی صورت پیدا ہو، صرف مباحث کا تعارف کرادینے پر اکتفا کیا ہے۔ انھوں نے یہ مقدمہ بہت محنت سے اور بہت سی کتابیں پڑھ کر تحریر فرمایا ہے۔ معتبر شیعی مراجع اور اہل تسنّن کی بعض تصانیف کے ساتھ انھوں نے ان انگریزی کتابوں کے فارسی ترجموں سے بھی مدد لی ہے جن تک ان تک دسترس ہوسکی ہے۔ قرآن پاک کی تفسیریں لکھی جاتی رہی ہیں اور تا قیامت لکھی جائیں گی، مگر ان میں سے کوئی تفسیر ہمارے مسلک کے مطابق حرفِ آخر نہ ہوگی، سوائے ان آیتوں کی تفسیر کے جن کو آں حضرت ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ آقای محمد تقی شریعتی نے یہ روایت 'ابوطاب مومنِ قریش' مؤلفہ عبداللہ خیزی سے نقل کی ہے۔ بہ قول خیزی یہ روایت مغیرہ بن شعبہ کے فرزند سے مروی ہے، جن کے سامنے حضرت معاویہؓ نے اِن خیالات کا برملا اظہار کیا تھا۔ عبداللہ خیزی کے ماخذ کا ہم کو علم نہیں ہوسکا۔ شاید اصل کتاب میں ہو۔

۲۔ بہ قول آقای محمد تقی شریعتی یہ خیالات یزید کے اشعار سے ماخوذ ہیں۔

۳۔ خلاصہ صفحہ ۱۶۔ تجارب السلف کا حوالہ نامکمل ہے، صرف صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔

۴۔ عدم تحریف کی پوری بحث کے لیے صفحہ ۳۱ تا ۳۴ ملاحظہ ہو۔

۵۔ ص ۳۴

۶۔ ''عنوان کردہ اند'' کا اردو ترجمہ بھونڈا ہوتا، اس لیے مرادی ترجمہ کردیا گیا ہے۔

۷۔ ص ۳۴

☆☆☆